www.rahimia.org

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

مجلس ادارت
سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

جون 2017ء / رمضان المبارک 1438ھ جلد نمبر 9 ، شمارہ نمبر 6 - قیمت: 20 روپے سالانہ ممبر شپ: 200 روپے - تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

حُسنِ ترتیب

- عدل وانصاف کے ہمہ گیر نظام پر پختہ اعتماد
- اعتکاف کا مقصد
- سیاسی جماعتوں میں تربیت کا فقدان اور موروثیت
- اعتکاف اور لیلۃ القدر کی اہمیت
- اکبر بادشاہ کا خوفِ آخرت
- زرعی پیداوار میں گراوٹ
- شام پر امریکا کا پہلا براہِ راست حملہ
- عید کا دن منانے کا مقصد
- عید الفطر کے دن کا بنیادی پیغام
- پڑوسی کا حق
- "سوانح حیات" کو تمام خانقاہوں میں پڑھا اور سمجھا جائے
- شیخ ابوالعُلا علامہ فضل حق خیر آبادیؒ
- امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار اور عصر حاضر
- اعتکاف کے مسائل
- صدقۂ فطر اور عید الفطر کے احکام ومسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی
خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

"انسان تربیت پائے بغیر اونچی چیز کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہاں جو تکلیف بھی پیش آتی ہے، یہ بھی خدا تعالیٰ کی مہربانی اور تربیت ہے۔ دیکھتے نہیں کہ ماں دودھ چھڑانے کے لیے دودھی پر کوئی تلخ شئے لگاتی ہے اور جب انسان کو دودھ سے زیادہ اعلیٰ کھانوں کا چسکا پڑ جاتا ہے، پھر اسے اگر ماں کے دودھ کی طرف متوجہ کرو تو کبھی آمادہ نہیں ہوسکتا۔

یہی حال جنت میں بھی ہوگا کہ جب انسان لقائے باری تعالیٰ کا اہل ہو جائے گا تو پھر جنت کی نعمتوں کو بھی بھول جائے گا اور ادھر متوجہ نہیں ہوگا۔"

(مجلس ۹ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ/ 7 اگست 1946ء، مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 129، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

رقومات کی ترسیل بنام "ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ لاہور" اکاؤنٹ نمبر 0010030341820010 الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ 0533

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

عدل وانصاف کے ہمہ گیر نظام پر پختہ اعتماد

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (3:1) (جو انصاف کے دن کا مالک ہے)

سورت الفاتحہ کی اس آیت میں چوتھا بنیادی اساسی اصول مسلمانوں کے دل ودماغ میں یہ راسخ کیا جارہا ہے کہ تمام مخلوقات کے لیے اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف پر مبنی ایک ہمہ گیر اور وسیع نظام کام کر رہا ہے۔ وہ عدل وانصاف کے اس ہمہ گیر نظام پر بھروسہ اور اعتماد کریں اور عدل کی بنیادی قدر کو انسانی زندگی کا اساسی حصہ سمجھیں۔

يَوْمِ الدِّيْنِ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں: ''دین کے معنی ہیں جزاء۔ ہر ایک حرکت کا نتیجہ نکلنا ایک کائنات گیر قانون ہے۔ اس کے عمل کو نظامِ کلی (Universal) کہتے ہیں۔ اس نظام کلی کے تحت انسان کے عملوں کی جزا (یا سزا) مرتب ہوتی ہے۔ اسے ''قانون مجازات'' کہتے ہیں۔ امام ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک انسان کو اس دنیا میں بھی جزائے اعمال ملتی ہے اور مرنے کے بعد بھی۔''

انسانی زندگی میں نظام عدل وانصاف کی ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ: ''انسانی معاشرے میں بعض اسباب کے زیرِ اثر ظلم وطغیان کا ظہور ہوا تو حکمتِ الٰہی نے اسے یونہی نہیں چھوڑ دیا کہ انسان کٹ کٹ کر فنا ہو جائیں، بلکہ اس نے نظامِ عدل پیدا کرنے کا اہتمام فرمایا۔ انسان اپنی ترقی کے لیے جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے جو اس کی ربوبیّت کی تفسیر ہے، اسی طرح عدلِ حق کا بھی محتاج ہے جو اللہ تعالیٰ کی مالکیّت اور ملوکیّت کا ترجمان ہے۔''

عدل وانصاف نہ صرف کائنات میں قائم تکوینی نظام کی تشکیل کی اساس ہے، بلکہ انبیا علیہم السلام کے ذریعے سے دنیا میں آنے والے تشریعی نظام کی بھی بنیادی اساسی قدر ہے۔ اسی لیے تمام انبیا علیہم السلام کو دنیا میں عدل وانصاف قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ''ہم نے اپنے رسول واضح دلائل دے کر بھیجے ہیں اور ان پر کتاب اور میزان اتاری، تاکہ لوگ عدل وانصاف پر قائم ہو جائیں۔'' (25:57)

اس لیے تمام انبیا علیہم السلام کی جدوجہد کا بنیادی مقصد دنیا میں انسانوں کو اللہ سے جوڑنا اور اُن کے درمیان عدل وانصاف پر مبنی بہترین نظام قائم کرنا ہے۔ تاکہ وہ آخرت میں بہترین نتائج حاصل کریں۔ کائنات کا مالک اور حقیقی حکمران اللہ تبارک وتعالیٰ ہے اور وہ تمام مخلوقات کے لیے عدل وانصاف کا کائنات گیر نظام قائم رکھنے والا ہے۔ اگر کسی وجہ سے دنیا میں کسی سے انصاف نہ بھی ہو سکا، تو انصاف کا ایک عالم گیر دن مقرر ہے، جب تمام مخلوقات کے درمیان ہر طرح سے انصاف ہوگا۔ بلاشبہ اس دن کا مالک اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ اس طرح تمام مخلوق کی اجتماعی شیرازہ بندی کے لیے عدل و انصاف ایک بنیادی قدر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس پر اللہ کی حمد وتعریف بیان کی جاتی ہے۔ اس اصول کے ذریعے سے ظلم اور ناانصافی کے تمام تصورات اور عملی نظاموں کو رَدّ کر دیا گیا۔ اور اس حقیقت کی نشان دہی کی گئی ہے کہ انسانی معاشروں کی تشکیل کی بنیادی قدر عدل وانصاف ہے، ظلم وناانصافی نہیں۔

درسِ حدیث

تشریح: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

اعتکاف کا مقصد

عن ابن عباسؓ أنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قال فی المعتکف:

”هو يعتكف الذّنوب، و يجرى له من الحسنات كعامل الحسنات كُلِّها.“ (سنن ابن ماجه، 1781)

(حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''معتکف (اعتکاف کی وجہ سے) گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لیے اتنی ہی نیکیاں لکھی جاتی ہیں جتنی ان (نیکیوں کو عملاً) کرنے والے کے لیے۔'')

اعتکاف ایسی سنت ہے جو حضور ﷺ کے مسلسل عمل سے ثابت ہے۔ یہ حدیثِ مبارکہ اعتکاف کی برکتوں اور مقصد کو بیان کر رہی ہے۔ اعتکاف کرنے والا دورانِ اعتکاف گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اعتکاف کی وَجہ سے وہ جن نیکیوں کو عملاً کرنے سے محروم رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اعتکاف کی برکت سے ان متروک نیکیوں کا اَجر بھی عطا فرما دیتے ہیں۔ دراصل معتکف ایک سوالی کی حیثیت سے بارگاہِ الٰہی میں چوبیس گھنٹے پڑا رہتا ہے اور ذاتِ الٰہی سے اپنی حالت کے بدلنے کا طلب گار ہوتا ہے۔ اعتکاف کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ انسان جتنا وقت اعتکاف کی حالت میں رہے، اس کا بیش تر حصہ ذاتی محاسبے میں گزارے۔ اس سے انسان کو ذہنی یکسوئی ملتی ہے۔ جس کی بدولت گناہوں پر ندامت، توبہ اور آئندہ ان سے بچنے کا عزم، نیکی پر استقامت اور توجہ الی اللہ کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ اعتکاف کا بنیادی ہدف کچھ وقت یکسوئی کے ذریعے مزاج کا اعتدال پیدا کرنا ہے۔ اگر معتکف کو اپنے خیالات اور اعمال پر یہ دسترس مل جائے کہ وہ گناہوں سے اجتناب اور نیکیوں کی خُو پیدا کرلے تو یہ اعتکاف کامیاب ہوگیا۔

اعلانِ نبوت سے پہلے رسول کریم ﷺ کئی کئی دن غارِ حرا میں جو قیام فرماتے تھے، وہ اعتکاف اسی یکسوئی کو حاصل کرنے کے لیے تھا۔ اس قیام سے آپ ﷺ کو ایسا ملکہ نصیب ہوگیا کہ اس کی تاثیر نہ صرف آپ ﷺ، بلکہ آپ ﷺ کی صحبت سے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سوچ کا نہایت اونچا وصف پیدا ہوگیا اور اب تک کامل انسانوں میں اس نسبت کی تاثیر اور جھلک محسوس کی جاتی رہی ہے اور رہتی دنیا تک محسوس کی جاتی رہے گی۔ نیکی کا طبیعت پر ایک واضح اِظہار یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو کامل دین کے فہم اور اس پر عمل کرنے کی راہ پہ ڈالے اور غلبۂ دین کی جدوجہد کرنے والی جماعت کا سرگرم رکن بن جائے۔ لیکن اگر اعتکاف کے ذریعے اپنی حالت اور سابقہ عادت بدلنے پر دھیان نہ دیا جائے تو اس سے اعتکاف کی رسم تو ادا ہو جائے گی، مگر اس کے عظیم مقصد سے انسان محروم رہ جاتا ہے۔ اعتکاف کا زمانہ ختم ہونے کے بعد اب کوشش یہ کرنی ہوتی ہے کہ دورانِ اعتکاف جو ذہنی یکسوئی پیدا ہوئی اس کو بعد میں قائم رکھا جائے۔ لیکن اگر چند دن خوب عبادت ہو، پھر پرانی ڈگر اور فکر وعمل پر انسان چل پڑے تو یہ عمل نقش برآب کی مانند ہو جاتا ہے۔

www.rahimia.org

اداریہ

سیاسی جماعتوں میں تربیت کا فقدان اور موروثیت

گزشتہ شمارے کے اداریے کا اختتامیہ اس بات پر تھا کہ پاکستان میں موجود جماعتوں میں تربیت کا فقدان اور موروثیت ایک اہم فیکٹر ہے۔ حقیقی سیاست قربانی، ایثار اور جاں فشانی سے عبارت ہوتی ہے، لیکن پاکستان ایک ایسا ملک ہے، جہاں سیاست ایک نفع بخش کاروبار کے طور پر متعارف کروائی گئی۔ جسے نہ صرف سیاست دان خود کرتے ہیں، بلکہ یہ نفع بخش کاروبار اپنی اولادوں کو بھی سکھاتے، پڑھاتے اور اپنا وارث بناتے ہیں۔ جبھی تو ہمارے ملک میں دنیا بھر کے بیش تر ملکوں سے زیادہ رجسٹرڈ پارٹیاں ہیں اور ہماری موجودہ سیاسی قیادت بڑے سیاسی لیڈروں کی اولادیں ہیں۔ مثلاً مفتی محمود مرحوم کی سیاست کو مولانا فضل الرحمٰن، عبدالصمد اچکزئی کی سیاست کو محمود اچکزئی، ولی خان کی سیاست کو اسفند یار، چوہدری ظہور الٰہی کی سیاست کو چوہدری برادران، بے نظیر کی سیاست کو ان کے شوہرِ نامدار آصف علی زرداری چلارہے ہیں۔ جنرل ضیاء الحق کی جسمانی اور روحانی وراثت اعجاز الحق اور شریف برادران کر رہے ہیں۔ اس فرسودہ طریقۂ کار کے مطابق اس ملک کے مستقبل کی مالک نئی قیادت بھی تیار ہوچکی ہے۔ جس میں بے نظیر بھٹو اور آصف زرداری کی بلاول بھٹو، نواز شریف کی مریم نواز، شہباز شریف کی حمزہ شہباز، چوہدری برادران کی سیاسی وراثت مونس الٰہی نبھائیں گے۔ سرمائے اور اقتدار کی درس گاہ میں تیار نومولود سیاسی قیادت کی طاقت کا اندازہ کل کے ان بچوں کے سامنے ان پارٹیوں کے چغادری سیاست دانوں کے دوزانوں بیٹھنے یا دست بستہ کھڑے ہونے سے کیا جاسکتا ہے۔

اگر ان لیڈروں کے ہمارے ملک کی سیاست میں داخل کیے جانے کی تاریخ پر نظر ڈال لی جائے تو یہ کسی بھی طور لیڈرشپ کے معیار پر پورے نہیں اترتے اور نہ ہی ان کے پاس اپنی پارٹیوں کی حق رہنمائی کا جواز رہتا ہے۔ اس میں سب سے زیادہ دلچسپ مثال ملک کی سابقہ خاتون وزیراعظم کے خاوند کا ایک پارٹی کا سربراہ بن جانا ہے۔ یقیناً یہ تاریخ کی ایک نادر مثال ہے کہ ایک جمہوری کہلانے والی پارٹی کے مستقبل کے سربراہ کے لیے ''وصیت نامہ'' دریافت کرلیا گیا اور پھر اسے حق قیادت کے لیے بنیادی دستاویز کے طور پر تسلیم بھی کروالیا گیا۔ درحقیقت یہ ایک سیاسی پارٹی پر خاندانی گرفت مضبوط رکھنے کے لیے اس کے اصل وارث کے جوان ہونے تک کا بندوبست تھا۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ وراثت کو ثابت کرنے کے کیسے کیسے حربے استعمال کیے جاتے ہیں کہ شاید ہی کوئی سیاسی وارث ہو، جو دو ذاتوں (Casts) کو اپنے نام کے ساتھ استعمال کرتا ہو، جیسے بھٹو اور زرداری۔ الغرض! ساری پارٹیاں تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ اپنے دامن میں ایسی ہی بوالعجبیاں رکھتی ہیں۔ کسی لیڈر کو صوبے کے فوجی جرنیل نے دریافت کرلیا تو کسی نے فوجی آمر کی کوکھ سے جنم لیا اور کوئی کہیں اَور سطح سے قوم پر مسلط کردیا گیا۔ اس طرح سے ہماری یہ سیاسی کھیپ تیار ہوئی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے کہا تھا کہ: ''سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا۔'' اگر وہ ہمارے عہد میں زندہ ہوتے تو شاید پاکستانی سیاست کو دیکھ کر اس میں دماغ کے استعمال کی بھی نفی کرتے۔

اگر ان پارٹیوں کے تربیتی نظام پر نگاہ ڈالیں تو ہمیں تربیت کا کوئی ایسا نظام نظر نہیں آتا، جس سے کوئی بھی پارٹی صحیح معنوں میں ایک طاقت ور جماعت اور اجتماعیت میں ڈھلتی ہوئی نظر آئے۔ اسی لیے پاکستان کی تاریخ میں جماعتوں کے بجائے لیڈر طاقت ور ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ پاکستان میں پارٹی کمزور ہوتی ہے اور لیڈر مضبوط ہوجاتا ہے۔ وہ جس طرح چاہے پارٹی کو اکھاڑتا بچھاڑتا رہتا ہے۔ ہماری سیاسی تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں مل جائیں گی کہ پارٹی ڈسپلن کے بجائے ذاتی تعلقات کی بنیاد پر لوگوں کو پارٹی اور حکومتی عہدوں سے نوازا جاتا رہا ہے۔ ایک ظالم نظام میں ایسی پارٹیاں زیادہ موزوں ہوتی ہیں، جو کارکنوں کے بجائے صرف لیڈروں پر مشتمل ہوں۔ کیوں کہ نظام کے لیے ان سے ڈیل کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اسی لیے ہماری سیاست میں بے شمار ایسی پارٹیاں موجود رہی ہیں، جن میں ورکر بہت ہی قلیل تعداد میں ہوتے تھے اور پارٹی صرف لیڈر کے دم سے قائم رہتی تھی۔ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں نواب زادہ نصراللہ خان مرحوم اس کی عملی مثال تھے۔

ملک میں جمہوریت پر ایمان رکھنے، مارشل لا اور آمریت کو کڑی تنقید کا نشانہ بنانے والی قیادت یہ فرض اپنی پارٹی کے اندر نبھانے کو تیار نہیں، بلکہ پارٹی میں بلامقابلہ امیدواروں کو جتانے والے ملک میں کیسے جمہوریت قائم کرسکتے ہیں۔ فیلڈ میں کام کرنے والے ورکر سے رائے لینے کا کوئی نظام موجود نہیں، بلکہ اوپر سے قیادت کے احکامات پہنچانے کے لیے ہرجگہ ہرکارے موجود ہوتے ہیں۔ سال ہا سال آئینی اور دستوری اداروں کا اجلاس نہ ہونا، اگر ہو بھی جائے تو اسے کسی خاص بااثر شخصیت یا حلقے کے لیے استعمال کیا جانا ہماری جماعتوں کے مزاج کا حصہ بن چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک کی سیاست نظریے اور خدمت کے لیے نہیں، بلکہ طاقت اور مفادات کے حصول کی آئینہ دار ہے۔

اسی لیے ہماری یہ جماعتیں اور قیادتیں اپنے ملک اور معاشرے کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر کوئی ڈھنگ کا کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ بلکہ بین الاقوامی استحصالی نظام کے مہروں کے طور پر استعمال ہونے میں یکتا ہونے کی شہرت رکھتی ہیں۔ بلکہ سارے مسلمان ممالک کا حال ایسا ہی ہے، جس کا عملی مظاہرہ اب سعودی حکومت کی سرپرستی میں ہوا، جس میں امریکی صدر نے 50 سے زائد اسلامی ملکوں کے سربراہان سے خطاب کیا اور انھیں ''روشن خیال اسلام'' کا درس دیا۔ اس خطاب اور ملاقات کو پاکستان کے سابق چیف کی طرف سے نام نہاد اسلامی فوج کی سربراہی، سعودی حکومت کے امریکا سے اسلحے کی خریداری کو شام میں امریکا کے کردار سے ملا کر دیکھا جائے تو ہمارے لیڈروں کی ''بصیرت'' پر کسی تبصرے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ (مدیر)

www.rahimia.org

افکار امام شاہ ولی اللہ دھلویؒ

اعتکاف اور لیلۃ القدر کی اہمیت

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

برعظیم پاک و ہند کی عظیم ترین شخصیت حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اٹھارہویں صدی عیسوی میں انقلابی افکار اور تعلیمات انسانیت کے سامنے پیش کیے ہیں۔ دوسرے ہجری ہزارے میں دینِ حق کی سچی تعلیمات پر مبنی اُن کے بیان فرمودہ افکارِ عالیہ آج بھی اپنے اندر تازگی رکھتے ہیں۔ یہ افکارِ عالیہ نئی سیاسی، سماجی اور معاشی تشکیل کے لیے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ مترجم

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰه البالغه'' میں فرماتے ہیں:

''مسجد میں اعتکاف کرنا؛ خیالات کی یکسوئی، دل کی صفائی، طاعتِ خداوندی کے لیے فراغت، ملائکہ کے ساتھ مشابہت اور لیلۃ القدر پانے کی طرف متوجہ ہونے کا سبب بنتا ہے۔ اسی سبب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف اختیار فرمایا اور اسے اپنی اُمت کے محسن اور نیک لوگوں کے لیے سنت قرار دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ: ''اعتکاف کا سنت طریقہ یہ ہے کہ معتکف کسی مریض کی عیادت نہ کرے۔ کسی جنازے میں شرکت نہ کرے۔ اپنی بیوی کے قریب نہ جائے۔ سوائے ضروری حاجات کے مسجد سے باہر نہ نکلے۔ روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا۔ اعتکاف کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جامع مسجد میں ہو۔'' (مشکوٰۃ، حدیث 2106)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ کی یہ بات اعتکاف کے مفہوم کی حقیقت بیان کرتی ہے۔ اس طرح اعتکاف کرنے سے انسانی نفس کو مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور اُسے اپنی عمومی عادات کی مخالفت کرنا پڑتی ہے۔''

حضرت شاہ صاحبؒ ایک دوسرے باب میں تحریر فرماتے ہیں:

(انسانوں کے اعتکاف کے حوالے سے بھی تین درجات ہوتے ہیں:)

(1) بسا اوقات (اونچے درجے کا) انسان محسوس کرتا ہے کہ دُنیوی معاملات میں بہت زیادہ انہماک کے سبب اُسے نقصان پہنچ رہا ہے اور اس کے ذہن پر گرد و پیش کے خیالات کی بھرمار ہے۔ ایسی حالت میں اسے نماز با جماعت کے لیے بنائی جانے والی مسجد میں اللہ کی خالص عبادت کے لیے فارغ ہونے سے نفع پہنچے گا۔ وہ اگر کافی لمبا عرصہ اس کام کے لیے فارغ نہیں ہوسکتا تو وہ کچھ وقت اس کے لیے ضرور نکالتا۔ چناں چہ وہ اپنے احوالِ زندگی میں سے فرصت کے کچھ لمحات نکال لیتا ہے اور اعتکاف اختیار کرتا ہے۔

(2) ایسا فرد جو پہلے فرد کی اس سچی بات کو دل کی گواہی کے ساتھ قبول کر لیتا ہے۔

(3) ایسا فرد ہے کہ جس پر طبیعی بہیمیت کا غلبہ ہے۔ (طبعی بہیمیت کا یہ غلبہ اعتکاف سے ٹوٹتا ہے۔) جیسا کہ پیچھے طہارت، نماز اور روزے کے بیان میں گزر چکا ہے۔

اعتکاف کے درجِ ذیل فوائد ہیں:

1۔ بعض اوقات انسان روزہ رکھتا ہے، لیکن اعتکاف کے بغیر اس کی زبان لایعنی چیزوں سے نہیں بچتی۔ (اس فائدے کے لیے اعتکاف کیا جاتا ہے۔)

2۔ بعض اوقات اعتکاف کے ذریعے سے انسان کو لیلۃ القدر مل جاتی ہے۔ اور فرشتوں کی سی کیفیات حاصل ہو جاتی ہیں۔''

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لیلۃ القدر کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ (قرآن حکیم میں) لیلۃ القدر دو راتوں کو کہا گیا ہے:

(1) ایک وہ کہ جس رات میں فرشتوں میں تمام کاموں کی تقسیم ہوتی ہے۔ اسی رات میں پورا قرآن حکیم بہ یک وقت (آسمانِ دُنیا پر) نازل ہوا تھا۔ اس کے بعد پھر تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ یہ رات پورے سال میں گھومتی رہتی ہے۔ (سورت دُخان کی آیت 3، 4 میں اسی رات کا ذکر ہے۔) ضروری نہیں ہے کہ یہ رات رمضان میں ہی ہو۔ ہاں! البتہ غالب گمان یہ ہے کہ رمضان میں آجائے۔ البتہ اس پر اتفاق ہے کہ جس رات قرآن حکیم نازل ہوا تھا، وہ رات رمضان المبارک میں آئی تھی۔

(2) دوسری رات وہ ہے جس میں اللہ کی جانب سے روحانیت پوری دنیا میں پھیلتی ہے اور فرشتے زمین کی طرف اُترتے ہیں اور نیک اعمال میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اُن کے نیک کاموں کے انوارات ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نورانی شعاعوں کے باہمی عکس بندی سے ایک مجمعِ نور بن جاتا ہے۔ یوں فرشتے اُن نیک عبادت گزاروں کے قریب ہو جاتے ہیں۔ وہاں سے شیاطین بھاگ جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں لوگوں کی دعائیں اور عبادات قبول ہوتی ہیں۔ یہ رات ہر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں آتی ہے۔ البتہ ان میں آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے، لیکن رمضان کے عشرۂ اخیرہ سے باہر نہیں ہوتی۔ (سورت القدر میں اسی رات کا ذکر ہے۔)

جن صحابہؓ کے پیشِ نظر پہلی رات کا ذکر تھا، انھوں نے فرمایا کہ: ''یہ پورے سال میں گھومتی رہتی ہے۔'' (روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ رواہ مسلم، حدیث ۸:۶۴)

جن صحابہؓ کے پیشِ نظر دوسری رات تھی، انھوں نے فرمایا کہ: ''یہ رات رمضان کے آخری عشرے میں ہوتی ہے۔'' (روایت حضرت اُبی بن کعبؓ وغیرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مجھے تمھارے خوابوں کے اس اتفاق کے بارے میں علم ہوا کہ تم نے لیلۃ القدر آخری سات راتوں میں دیکھی۔ پس جو اسے تلاش کرنا چاہے تو ان سات آخری راتوں میں تلاش کرے۔'' (متفق علیہ، مشکوٰۃ، حدیث 2084) اسی طرح حضورؐ نے رمضان کی اکیسویں رات کے بارے میں فرمایا کہ: ''مجھے اس رات لیلۃ القدر دکھائی گئی۔ پھر مجھے بھلا دی گئی۔ میں نے دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔'' (متفق علیہ، مشکوٰۃ، حدیث 2086)

اس رات کے بارے میں صحابہؓ کا اختلاف اُن کے وجدانی ذوق کے اختلاف پر مبنی ہے۔ بہرحال جس بزرگ نے بھی اس رات کو پایا، اُس نے یہ دعا مانگی:

''اللّٰهمّ إنّك عفوٌّ تحبّ العفو فاعف عنّی.''

(اے اللہ! تُو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے۔ مجھے معاف فرما۔)

(حُجّة اللّٰه البالغه، باب أسرار الصّوم، و باب امور تتعلّق بالصّوم)

www.rahimia.org

اکبر بادشاہ کا خوفِ آخرت

مولانا مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

مغلیہ خاندان میں شہنشاہ جلال الدین محمد اکبرؒ کا ایک خاص مقام ہے کہ اس نے آئینِ اکبری کے ذریعے ایسا عادلانہ نظامِ سیاست و معیشت اور تمدن دیا، جس نے ہندوستان میں کئی صدیوں تک امن و استحکام پیدا کر دیا اور ہندوستان ''سونے کی چڑیا'' کہلایا جانے لگا۔ گو انگریزوں نے دینِ اکبری کے پروپیگنڈے سے ان کے اس کردار کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش کی۔ فکری حوالے سے اگرچہ خرابی پیدا ہوئی تو اس میں اس کے ناقص علم مشیروں کا قصور تھا، جس کا تدارک حضرت مجدد الف ثانیؒ اور امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے خوب کیا۔ اکبرِ اعظمؒ پورے ہندوستان کا فطرتاً انصاف پسند عادل لیڈر تھا۔ گو قرآن و سنت کا عالم نہیں تھا، مگر خوفِ خدا رکھنے والا مسلمان حکمران تھا۔ چناں چہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ان کے متعلق درجِ ذیل واقعہ بیان کیا ہے:

''اکبر بادشاہ کا ایک قصہ یاد آ رہا ہے کہ وہ ایک دفعہ رات کو اٹھے تو سارے قندیل گُل تھے۔ بہت گھبرائے اور چوں کہ آخر مسلمان تھے، اس لیے قبر یاد آئی کہ جب تھوڑی دیر کی ظلمت سے اتنی وحشت اور پریشانی ہے تو قبر میں کیا ہوگا، جہاں کسی وقت بھی روشنی کا گزر نہ ہو۔ اس کو یاد کر کے ان پر بڑا تردّد اور غم سوار ہو گیا۔ وزرا کو اس حال کی اطلاع دی۔ سب نے تسلی کی، مگر کسی طرح تسلی نہ ہوئی۔ بیربل گو ہندو تھا، مگر عاقل تھا۔ اس نے کہا: حضور! آپ بالکل بے فکر رہیں۔ آپ کی قبر میں ہرگز ظلمت نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں صرف تریسٹھ سال زندہ رہے اور آپؐ جب سے زیرِ زمین تشریف لے گئے ہیں، وہ نور اَب زیرِ زمین ہے۔ جس سے وہ حصہ منور ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی سب قبریں آپؐ کے اس نور سے منور ہیں۔ اس بات سے اکبر کی تسلی ہوئی۔'' (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات، ص: 118، 119)

1۔ حضرت مولانا تھانویؒ نے اس واقعے سے یہ استدلال کیا ہے کہ ''گو یہ بات بیربل نے استعارے کے طور پر کہی تھی کہ آپؐ کے زیرِ زمین جانے سے وہ حصہ بھی منور ہو گیا ہے، مگر اس میں اس کا اعتراف ہو گیا کہ آپؐ کی تریسٹھ سالہ زندگی سے تمام عالم منور ہو گیا ہے۔ و الفضل ما شهدت به الأعداء. (کمال وہی ہے، جس کی گواہی دشمن دیں۔)

2۔ وزرا کی باتوں سے تسلی نہ ہونا اور عاقل ہندو کے حضور پاکؐ کے قبر منور میں ہونے سے قبورِ مسلمین کے منور ہونے کے لطیف استدلال سے تسلی ہونا، شہنشاہ اکبرؒ کے آپؐ سے تعلق و محبت کی علامت ہے۔

3۔ یہ واقعہ ہندو علما میں آپؐ کی سیرت اور اسلام کی تعلیمات سے دلچسپی کا ثبوت ہے۔ کاش مسلمان، غیرمسلموں میں دانش مندی اور حکمت سے اسلام کی فطرتی تعلیمات اُجاگر کریں، نہ کہ آج کل کی طرح تشدد کا غیر دانش مندانہ راستہ اختیار کریں، جو دشمنوں کا برپا کردہ فتنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے فتنوں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین!

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

زرعی پیداوار میں گراوٹ

گزشتہ سال انھیں دنوں میں ایک خبر نے سب کو چونکا دیا جو پاکستان میں گرتی ہوئی زرعی پیداوار کے بارے میں تھی۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر اکتوبر 2015ء میں 341 ارب روپے کے کسان پیکج کے باوجود 2016ء کے بجٹ میں پھر 80 ارب روپے مختص کر دیے گئے۔ اور اس کی وَجہ اُس گراوٹ کو روکنا اور ملک میں زرعی انقلاب برپا کرنا تھا، جہاں سالانہ پیداوار میں اس شعبے کے 21% اور روزگار کے اعتبار سے 43% لوگ وابستہ ہیں۔ کسی کام کرنے سے قبل نعرے تو ایسے ہی لگائے جاتے ہیں، لیکن بعد کے حقائق ہی اُن اقدامات کا پول کھولتے ہیں۔ اور حسبِ سابق قوم کو پھر دھوکا دیا گیا اور بجٹ کی وہ رقم اپنوں کو نوازنے کے کام آئی اور زرعی انقلاب محدود کسانوں کا مقدر بنا۔ ورلڈ بنک کی حالیہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں زرعی شعبے میں سرکاری سطح پر اخراجات میں خطے کے دیگر ممالک کی نسبت نمایاں کمی واقع ہوئی ہے۔

زرعی پیداوار میں بڑھوتری اور تحقیق کا شعبہ کمزوری کی طرف مائل ہے اور اگر کچھ کام ہو بھی رہا ہے تو وہ چار بڑی پیداواری اجناس یعنی گندم، چاول، گنا اور کپاس کے حوالے سے ہے۔ یہ چار اجناس مل کر پاکستان کی کُل زرعی پیداوار کا 75% بناتی ہیں، جب کہ باغ بانی، مویشی، دالوں اور سبزیوں کی بڑھتی ہوتی طلب کے باوجود ان اجناس کی پیداوار بہ تدریج کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ ان اجناس کی پیداوار میں زیادہ حصہ چھوٹے کاشت کاروں کا ہے اور زرعی شعبے میں کام کرنے والے اس طبقے کی زندگی زرعی اجناس کی طلب و رسد کے فرسودہ اور ناکارہ نظام، ان اجناس کی بہ حفاظت منڈیوں تک ترسیل اور زرعی قرضوں کے مشکل اور پیچیدہ نظام کی وجہ سے روز بروز مشکلات کا شکار ہوتی جا رہی ہے۔ یہی وَجہ ہے کہ دیہی علاقوں سے شہری علاقوں کی طرف نقل مکانی نے ایک خطرناک صورتِ حال پیدا کر دی ہے۔ گویا پاکستان میں دیگر اجناس کی پیداوار کا مستقبل روشن نہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ بڑی اجناس کی صورتِ حال بڑے کاشت کاروں کی بدولت بہتر ہے۔ یہاں صورتِ حال مزید ابتر ہے۔ یہ بڑے کاشت کار پاکستان میں دیگر شعبوں کی طرح حکومتی مراعات و اخراجات پر زیادہ نظر رکھتے ہیں اور پیداوار پر کم۔ رپورٹ کے مطابق تحقیق و سائنسی ترقیات کے باوجود سالانہ بڑھوتری کے حوالے سے گندم، چاول، گنا اور کپاس گزشتہ چھ سالوں میں منفی رجحان پر رہا۔ حکومتی اقدامات تسلسل سے اس بات کا پتا دے رہے ہیں کہ دیگر پیداواری عوامل میں گراوٹ دراصل حکومتوں کے لیے سونے کی کان ثابت ہوتی ہیں۔ ایک طرف دنیا کی امداد فراہم کرنے والی ایجنسیاں متوجہ ہو جاتی ہیں اور دوسری طرف آئی ایم ایف جیسے سخت قرض دہندگان ایسے شعبوں پر خرچ مختص کرنے کے حوالے سے نرمی کرتے ہیں اور یوں اربوں روپے مل جاتے ہیں، تاکہ ذاتی مفادات کے حصول کا راستہ نکلا رہے۔

www.rahimia.org

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

شام پر امریکا کا پہلا براہِ راست حملہ

اور چینی صدر ژی جن پنگ کا دورہ امریکی ریاست فلوریڈا

شام کے شیرت ایئر فیلڈ پر امریکا نے 59 ٹوما ہاک کروز (Tomahawk Cruise) میزائلوں کے ذریعے مؤرخہ 7 اپریل 2017ء بروز جمعہ کو امریکی وقت کے مطابق رات 8:40 PM بجے اور مقامی وقت کے مطابق 3:40 AM بجے حملہ کرکے ایئر فیلڈ کو تباہ کردیا۔ امریکا کا کہنا تھا کہ شامی حکومت نے کیمیکل کے استعمال سے 70 افراد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا، جب کہ شامی حکومت نے اس کا مکمل انکار کردیا۔ روس نے شام کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ: ''شام ایسا کیوں کرے گا، جب کہ اس کے پاس ایسے وسائل ہی نہیں ہیں۔'' امریکا کا کہنا تھا کہ ہم انسانوں کے ساتھ یہ نازیبا حرکات برداشت نہیں کرسکتے۔ حال آں کہ یہ وہی امریکا ہے جس نے محض کیمیکل کا ہی استعمال نہیں کیا تھا، بلکہ سب سے پہلے جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر نہ صرف لاکھوں انسانوں کو کرۂ ارض سے صاف کردیا، بلکہ پورے خطے کو تابکاری اثرات میں جھونک کر آنے والی نسلوں کو اپاہج بنا دیا تھا۔ جس کی سزا آج بھی جاپانی قوم بھگت رہی ہے۔

اس واقعے کے فوری بعد روس کے مطالبے پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا ہنگامی اجلاس طلب کیا گیا۔ روس نے شدید ردِّعمل کا اظہار کرتے ہوئے اسے کھلی جارحیت قرار دیا۔ روس نے کہا ہے: ''آج سے امریکا اور روس کے تعلقات کشیدگی کا شکار ہوگئے ہیں۔'' روسی وزارتِ دفاع کے مطابق ''روس اور امریکا کے درمیان ہر قسم کے رابطے منقطع ہوچکے ہیں۔'' روسی وزیراعظم دمتری میدیدوف نے کہا: ''اس واقعے کے بعد روس امریکا جنگ صرف ایک قدم کے فاصلے پر ہے۔'' چینی صدر ژی جن پنگ سربراہ ملاقات کے حوالے سے امریکی ریاست فلوریڈا پہنچا ہوا تھا۔ جس رات وہ وہاں پہنچا، اسی رات امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے شام پر حملے کی منظوری دی تھی۔ اگرچہ چینی صدر نے اس وقت بہت محتاط رویے کا اظہار کیا تھا، لیکن سلامتی کونسل کے اجلاس میں اس نے روسی مؤقف کی کھل کر حمایت کی۔ روس کے علاوہ ایرانی صدر نے روسی مؤقف کی حمایت کرتے ہوئے کھل کر حملے کی مذمت کی ہے۔ سلامتی کونسل کے ہنگامی اجلاس میں امریکی سفیر نے کہا کہ ہم مزید حملوں کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔

دوسری طرف امریکی وزیرخارجہ ٹیلرسن نے اگلے ہی ہفتے روس کے دورے کا اعلان کردیا، جو اس بات کی علامت ہے کہ امریکا آج روسی مخالفت برداشت نہیں کرسکتا۔ چین کے صدر نے فلوریڈا کی ریاست کے پُرفضا مقام پام بیچ میں ہونے والی ملاقات میں امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو چین کے ساتھ تجارت میں اپنے سخت گیر مؤقف سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کردیا ہے۔ کیوں کہ اس نے اپنی الیکشن مہم کے دوران کہا تھا کہ وہ چینی مصنوعات پر سخت پابندیاں عائد کرے گا۔ کیوں کہ اس سے امریکی معیشت مفلوج ہوتی جارہی ہے۔ اگرچہ سلامتی کونسل کے دیگر ارکان فرانس اور برطانیہ نے بھی امریکی حملے کی حمایت کی تھی۔ جب کہ روس نے اسی اجلاس میں برطانیہ کی خوب درگت بنائی ہے۔ روسی سفیر کے بہ قول ''برطانیہ آج بھی نوآبادیاتی عہد میں پھنسا ہوا ہے۔ وہ جانتے بوجھتے ہوئے امریکا کے جھوٹے الزامات اور اقدامات کی حمایت کررہا ہے۔'' اس نے مزید متنبہ کیا کہ: ''وہ اپنے آپ کو عربوں کی جنگ میں ملوث نہ کرے۔ کیوں کہ اس طریقے سے وہ دہشت گردی پھیلانے میں امریکا کا ساتھ دے رہا ہے۔''

امریکا میں ڈونلڈ ٹرمپ کے صدر منتخب ہونے پر ہنگاموں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ وہاں کی مقتدر قوت انھیں روکنا چاہتی تھی۔ چناں چہ شام پر بم مارنے کی صورت میں پوری قوم کی توجہ مظاہروں سے تبدیل ہوکر امریکی حملوں کی طرف مبذول ہوگئی اور یوں مظاہروں کا سلسلہ آہستہ آہستہ دم توڑتا گیا۔ چوں کہ شام روس اتحادی ہیں۔ شام پر پہلے امریکی حملے کو پسپا کرنے میں روس نے مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ آج جب امریکا دوبارہ شام پر حملہ کرتا ہے اور روس کی طرف سے کوئی خاطر خواہ مزاحمت نہیں ہوتی، جب کہ آج روس جنگی ٹیکنالوجی میں پہلے سے بہت زیادہ ترقی کرچکا ہے، لیکن وہ امریکا کا مقابلہ نہیں کرپاتا۔ روس کی شام میں موجودگی کے نتیجے میں اس کے کردار پر سوالیہ نشان پیدا ہوتا ہے۔

اس پس منظر میں امریکا شام پر حملہ کرکے فوری طور پر دو مقاصد حاصل کرتا ہے: ایک تو وہ اپنی سابقہ سبکی کی تلافی کرتا ہوا دیکھائی دیتا ہے اور دوسرا اپنے ملک میں پھوٹنے والے مظاہروں کو روکنے کا بندوبست کرلیتا ہے۔ فوری طور پر جب روس نے سخت ردِّعمل کا اظہار کیا تو امریکی وزیرخارجہ اگلے ہی ہفتے ماسکو پہنچ جاتا ہے۔ جہاں تک چینی صدر کے دورے کا تعلق ہے، اس نے بھی امریکا کو اس کی اقتصادیات کا اصل چہرہ دکھا دیا تھا۔ عالمی سیاست کے میدان میں ہر بڑی طاقت اپنی بالادستی کے اظہار کے لیے کوئی نہ کوئی طریقہ اختیار کرتی رہتی ہے۔ 12/اپریل 2017ء کو شمالی کوریا، جس کی سرحدیں روس کے ساتھ 17 کلومیٹر طویل ہیں، نے اعلان کیا تھا کہ اگر امریکا نے اس کے ساحلوں کے پاس آکر حملہ کرنے کی حماقت کی تو اس کے نتیجے میں اس کا سارا بحری بیڑا راکھ بن کر سمندروں میں تیرنے لگے گا۔ اس نے مزید کہا کہ ستمبر 2016ء میں شمالی کوریا نے اپنا پانچواں ایٹمی تجربہ کیا تھا۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کے ایٹمی پرگرام کو رول بیک نہیں کروا سکتی۔ وہ کسی بھی قیمت پر اس سے دستبردار نہیں ہوسکتا۔ دوسری طرف ڈونلڈ ٹرمپ نے کہا ہے کہ اس تنازعے کو نمٹانے کے لیے چین تعاون کرسکتا ہے۔ اور اگر چین نے ایسا نہ کیا تو ہم خود ہی کوئی راستہ نکال لیں گے۔ اگر غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ روس نے امریکا کو براہِ راست دھمکی دینے کے بجائے ایک چھوٹے سے ملک کے ذریعے ایسا تھپڑ رسید کیا ہے، جس کی چوٹ امریکا خود ہی محسوس کرسکتا ہے۔

www.rahimia.org

رپورٹ: نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

عید کا دن منانے کا مقصد

6 / جولائی 2016ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں نمازِ عیدالفطر کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! آج عیدالفطر کا مبارک دن ہے۔ ہم سب لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مطہرہ کے مطابق رمضان المبارک کے اختتام پر عیدالفطر کا دن منا رہے ہیں، جو مسرت اور خوشی کا دن ہے۔ اللہ کے نام کی سربلندی کا دن ہے۔ مظلوموں اور غریبوں کی مدد کا دن ہے۔ انسانیت کے درمیان، بالخصوص مسلمان جماعت کے افراد کے درمیان محبت اور پیار کا دن ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ مسرت اور شادمانی کے ساتھ ملنے کا دن ہے۔ چودہ سو سال سے مسلمان یہ پُرمسرت دن بڑی شان و شوکت کے ساتھ مناتے چلے آرہے ہیں۔ یقیناً بڑی خوشی کی بات ہے ہم پیارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی اتباع میں عیدالفطر کے دن کو مناتے ہیں۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔'' دنیا کی اقوام اس دن کو خوشی، شادمانی اور مسرت کے ساتھ مناتی ہیں۔ وہ اس دن کی عظمت، اس کے تاریخی پس منظر، اس کے مقاصد و اہداف اور اس کے اثرات و نتائج پر ہر نئی آنے والی نسل کو اپنا نظریہ و فکر منتقل کرتی ہیں۔

عید کا دن منانے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ ایک بہت بڑا اجتماع منعقد کیا جائے اور اس اجتماع میں تمام بچے، مرد، بڑے جمع ہوں اور ان کو اس دن کی تاریخی عظمت، اس کے تاریخی پس منظر اور اس کے مقاصد و اہداف سے روشناس کرایا جائے۔ اس طرح نسل در نسل تسلسل کے ساتھ قوم کی اعلیٰ روایات و اقدار، اس کے اَخلاق و اَقدار، اس کی تعلیمات و کردار منتقل ہوتی ہیں۔ عیدالفطر کے تاریخی پس منظر کو پیش نظر رکھنا مسلمان جماعت کے افراد کے لیے ایک لازمی حیثیت رکھتا ہے۔

رمضان المبارک میں غزوۂ بدر اور فتح مکہ ہوا۔ یہ ماہ اُسی طرح مکے کی سیاسی طاقت سے نجات کا مہینہ ہے، جیسے بنی اسرائیل کی فرعون سے نجات کا مہینہ محرم الحرام ہے۔ جیسے دس محرم یا عاشورہ کو موسوی تعلیمات ماننے والے فرعون سے آزادی کی خوشی میں روزہ رکھتے اور عید مناتے تھے، ایسے ہی مسلمان رمضان کے اختتام پر مکے کی درندہ صفت سیاسی طاقت سے نجات کی خوشی میں عیدالفطر مناتے ہیں۔ حضورؐ نے یہ عید یکم / شوال سن دو ہجری کو منائی۔ یہ اس عیدالفطر کا پس منظر اور تاریخی تسلسل ہے۔

افسوس یہ ہے کہ اس تاریخی پس منظر کو سامنے رکھے بغیر آج ہم بہت ہی محدود سوچ کے ساتھ رسمی طور پر عیدالفطر کا جشن مسرت مناتے ہیں۔ جب کہ اس دن کی عظمت تقاضا کرتی ہے کہ اس کو پورے لوازمات اور تاریخی پس منظر میں سمجھا جائے، جو اس دن کے منانے کا سبب بنے ہیں۔''

عیدالفطر کے دن کا بنیادی پیغام

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا: ''حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ اور ایسے ہی عرفات کے میدان کے اجتماعات کا مقصد دشمن کے دل میں رعب پیدا کرنا ہے۔ یہ اجتماع دین اسلام کے بنیادی افکار و نظریات کی شان و شوکت اور عظمت کے لیے ہے۔ اس کا وہ بنیادی فکر جو یتیموں اور مسکینوں یا سوسائٹی کے کمزور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے متعلق ہے، اس کا تعارف کرانا ہے۔ ایسے ہی اللہ کی سربلندی، اللہ کی اتھارٹی کی آخری اور قطعی حیثیت کو منوانا ہے۔ خداپرستی اور انسانیت دوستی کو فروغ دینا ہے۔ دنیا کی ہر قوم اپنے یومِ آزادی اجتماعات کی صورت میں شان و شوکت کے ذریعے مناتی ہے۔ اس دن میں اپنی آزادی کا تاریخی پس منظر اور اس کے مقاصد و اہداف بیان کیے جاتے ہیں۔

جب تک مسلمانوں کا غلبہ رہا، اسی تاریخی پس منظر کے تحت ہی یہ عیدالفطر منائی جاتی تھی۔ آج ہماری مغلوبیت اور غلامی کا زمانہ ہے، جہاں اسے صرف رسم بنا لیا گیا ہے۔ غلبہ دین کے مقاصد و اہداف پیش نظر نہیں ہیں۔ دیگر رسومات کی طرح ایک رسم بن گئی ہے۔ اور اس موقع پر جو وعظ بھی کہے جاتے ہیں، وہ بھی رسمی ہیں۔ مقصدیت سے خالی ہیں۔ دینی غلبے کے اہداف سامنے نہیں ہوتے۔ وہ حقیقی پس منظر جس میں حضور اقدسؐ نے عید منائی، وہ پیش نظر نہیں ہوتا۔ عیدالفطر منا رہے ہیں حضورؐ کی سنت کے طور پر اور حضورؐ نے کن حالات میں یہ عید منائی، وہ ہمارے پیش نظر نہیں رہی۔

آج اس عیدالفطر کے دن کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ سچی خداپرستی اور سچی انسان دوستی کو پیش نظر رکھ کر یہ دن منایا جائے۔ اللہ کی عظمت اور بڑائی کا اظہار اور انسانیت کی خدمت کے لیے پُرعزم ہوا جائے۔ چناں چہ صرف اس ایک دن میں صدقہ فطر ادا کر کے محض ایک دو یتیموں کی خدمت کر دینا کافی نہیں، بلکہ یہ تو ایک شعائر سمجھ کر کیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مظلوم انسانوں کے لیے خدمتِ انسانیت کا ایسا نظام بنانا ضروری ہے، جو انسانی حقوق کی ادائیگی سے تعلق رکھتا ہو۔ ایسا طرزِ عمل، ایسا سسٹم بنایا جائے کہ کسی کی عزتِ نفس مجروح ہوئے بغیر اس کی معاشی محنت کا پورا معاوضہ اُسے ملے۔ اس کے حقوق کی ادائیگی ہو۔ کسی کی عزت پامال کیے بغیر ایسا سیاسی استحکام جو امن و امان کو یقینی بنائے۔ ہر آدمی کی جان مال عزت آبرو کو محفوظ بنائے۔ عدل و انصاف قائم کرے۔ انسانی حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنائے۔ یہ اس دن کا بنیادی پیغام ہے۔

آج ہمیں اس پیغام کو سمجھ کر یہ عزم کرنا ہے کہ حضورؐ نے جن مقاصد و اہداف کے تحت یہ دن منایا ہے، اللہ پاک ہمیں بھی ان مقاصد و اہداف کو زندہ کرنے، اس کے مطابق دن منانے، عزیز و اقارب کے ساتھ میل جول برقرار رکھنے، دلوں کی کدورتوں کو دور کرنے، باہمی پیار و محبت اور امن کو عام کرنے، عدل و انصاف کو فروغ دینے اور انسانیت کی ترقی کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!''

www.rahimia.org

خواجہ عبدالحئی فاروقیؒ (تلمیذِ خاص مولانا عبیداللہ سندھیؒ)

پڑوسی کا حق

دنیا میں لوگ مل جل کر رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں حصہ لیتے ہیں اور وقت پڑنے پر امداد بھی کرتے ہیں۔ ان پر بھی اس شخص کا حق زیادہ ہوتا ہے، جو ہمارا پڑوسی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے:

"اور لوگو! اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور ماں باپ، اور رشتہ داروں، اور یتیموں، اور محتاجوں، اور رشتہ والے پڑوسیوں، اور اجنبی پڑوسیوں، اور پاس کے، بیٹھنے والوں، سب کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔" (36:4)

عزیزو! ہمارے رسولؐ پڑوسی کے حق پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا:

"کوئی ہمسایہ اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے نہ روکے۔" (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپؐ کا یہ قول نقل کرتی ہیں:

"پڑوسی کی بابت جبرئیل مجھے برابر نصیحت کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اس کو وارث بنا دیں گے۔" (بخاری)

ایک اَور حدیث میں اس طرح آتا ہے:

"اللہ کی قسم وہ شخص ایمان والا نہیں ہے، خدا کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں ہے۔"

آپؐ سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہؐ! کون؟ آپؐ نے فرمایا:

"وہ شخص جس کی شرارتوں سے اس کے پڑوسی امن میں نہ ہوں۔" (بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ ہمارے رسولؐ کا یہ قول نقل کرتے ہیں: "جو شخص کہ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔" (بخاری)

آپؐ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا:

"کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو بکری کا پایہ تک تحفہ دینے میں شرم نہ کرے۔" (بخاری)

حضرت ابوذر غفاریؓ سے آپؐ نے فرمایا: "جب تم شوربا پکاؤ تو اُس میں پانی زیادہ ڈال دو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔" (مسلم)

ہمارے رسولؐ سے حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ "میرے دو پڑوسی ہیں۔ ان دونوں میں سے کس کو تحفہ دوں؟" آپؐ نے فرمایا:

"دونوں میں سے جس کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک دفعہ بکری ذبح کی۔ ان کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ آپؓ نے گھر والوں سے پوچھا کہ تم نے ہمارے ہمسائے کے پاس بھی گوشت بھیجا یا نہیں؟

حضرت عمرؓ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کے پاس گوشت کی گٹھڑی دیکھی تو فرمایا کہ:

"تم لوگ اپنے پڑوسیوں اور چچیرے بھائیوں کے لیے اپنی بھوک نہیں مارتے؟"

سوانح حیات قطبِ عالم حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کو تمام خانقاہوں میں پڑھا اور سمجھا جائے

(ماہنامہ "الحق" کے تبصرہ نگار ابن مدنی کے قلم سے)

"خانقاہِ رائے پور برصغیر پاک و ہند کی مذہبی، اصلاحی اور سیاسی خدمات کی وَجہ سے ہمیشہ اہل علم و صلحا کا مرکز رہا۔ اس خانقاہ کے بانی مبانی شخصیت حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ تھے۔ جو کہ دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارن پور اور تحریکِ ریشمی رومال کے سرپرستِ اعلیٰ تھے۔ جب کہ حضرت میاں عبدالرحیم سہارن پوریؒ، سید الطائفہ حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سمیت تینوں بزرگوں سے مجاز بیعت تھے۔

اس خانقاہ کو برصغیر میں یہ انفرادیت حاصل تھی کہ اس میں سالکین کی روحانی اور اَخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ سیاسی اور فکری تربیت کا بھی خوب اہتمام تھا۔ اگر ایک طرف ذکرِ الٰہی کی صدائیں گونجتی تھیں تو دوسری طرف بیرونی دشمن کی یلغار پر منظم منصوبہ بندی کی حکمتِ عملی بھی تشکیل پاتی تھی۔ خانقاہ میں امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کا سیاسی و انقلابی ہفت روزہ اخبار "الہلال" پڑھایا جاتا تھا۔

زیرِ تبصرہ کتاب "سوانح قطبِ عالم" حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ کی مکمل، مفصل اور جامع حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب؛ نقوشِ زندگی، دوسرا باب؛ علوم شریعت کے بحرِ ذخار، تیسرا باب؛ تزکیۂ نفوس میں رشد و ہدایت کے تاجدار، چوتھا باب؛ قومی آزادی کی جدوجہد میں سیاسی کردار، چھٹا باب؛ مکتوبات، ساتواں باب؛ خطبات و مقالات، آٹھویں باب؛ خلفا، جانشین اور رائپوری تسلسل میں حضرت رائے پوری ثانی (شاہ شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ)، ثالث (شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ) اور رابع (شاہ سعید احمد رائے پوریؒ) رحمہ اللہ کے احوال، نوواں باب؛ منظوم خراج عقیدت اور تاریخ ہائے وفات اور دسواں باب؛ شجرات سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پوری پر مشتمل ہے۔ جب کہ آخر میں اشاریہ مقابر و مزارات اولیائے کرام کے ساتھ تعارف شخصیات کا ایک دلچسپ اور معلوماتی ضمیمہ ہے۔ یہ کتاب حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہ، سرپرستِ اعلیٰ مظاہر العلوم سہارن پور اور حضرت مولانا مفتی افتخار حسین کاندھلوی سمیت دیگر اہم شخصیات کی تقاریظ سے مزین ہے۔

عصر حاضر کی مادہ پرست تہذیب میں رائے پور جیسی خانقاہ کی بہت ضرورت ہے جو سالکین کی روحانی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ فکری اور سیاسی تربیت بھی کر سکے۔ زیرِ نظر کتاب اس قابل ہے کہ تمام خانقاہوں میں اس کو پڑھا اور سمجھا جائے۔ اس ضخیم اور مفصل کتاب پر اس کے مصنف حضرت مولانا عبدالخالق آزاد قابل تحسین و تبریک ہیں۔ اعلیٰ طباعت، خوش نما کتاب اور خوب صورت جلد میں مجلد یہ کتاب رحیمیہ مطبوعات 33/A کوئنز روڈ لاہور 042-36307714 سے بارعایت دستیاب ہے۔

(ماہنامہ الحق، رجب ۱۴۳۸ھ/ اپریل 2017ء۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

www.rahimia.org

وسیم اعجاز، کراچی

شیخ ابوالعُلا علامہ فضل حق خیر آبادیؒ

برعظیم پاک و ہند میں جو قصبے مردم خیزی میں مشہور ہیں، ان میں ایک ضلع سیتا پور (موجودہ صوبہ اُتر پردیش) کا قصبہ خیر آباد بھی ہے۔ اسی خیر آباد میں حضرت امام شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ایک ہم عصر دہلی کے صدر الصدور مولانا فضل امامؒ بھی تھے۔ مولانا فضل امامؒ کے نورِ چشم اور لختِ جگر علامہ فضل حق خیر آبادیؒ ہیں۔ سلسلۂ نسب کے لحاظ سے فاروقی ہیں۔

علامہ فضل حق خیر آبادیؒ کی پیدائش ۱۲۱۲ھ/1797ء میں خیر آباد میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی۔ 1803ء میں والد کے ساتھ دہلی تشریف لے آئے۔ علمِ حدیث کی تعلیم امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ سے حاصل کی۔ اس دوران مفتی صدرالدین آزردہؒ بھی ان کے ہم جماعت تھے۔

1816ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی میں بہ طور کچہری چیف ملازمت اختیار کی۔ جلد ہی ان کو احساس ہوا کہ اس ملازمت میں رُسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ اس بات کا تذکرہ انھوں نے 1818ء میں اپنے والد کے نام لکھے ایک خط میں بھی کیا۔ 1829ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ ازاں بعد جھجھر، الور، سہارن پور اور ٹونک میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 6 سال تک (1846-1840ء) ریاست رام پور میں نواب محمد سعید خاں کے ہاں تالیف و تراجم کا کام کیا۔

1855ء میں ''اجودھیا'' میں بابری مسجد کے تنازعے کے تصفیے کے لیے ''اودھ'' کے حاکم واجد علی شاہ نے چار رُکنی ''مجلسِ مصالحت'' ترتیب دی تھی جس میں علامہ صاحب بھی شامل تھے۔ انگریزوں نے بابری مسجد کے تنازعے کو خوب ہوا دی۔ پس پردہ انگریزوں کا سازشی ذہن کام کر رہا تھا۔ حالات بہت خراب ہوگئے۔ تاریخ میں ان واقعات کو ''ہنومان گڑھی'' کے فسادات سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس میں 269 لوگ شہید ہوئے۔ مولانا فضل حقؒ کی ذہین اور معاملہ فہم طبیعت نے ان تمام واقعات کا یہ اثر لیا کہ وہ انگریزوں کی ڈپلومیسی سے متنفر ہوگئے اور حقیقی آزادی کی تمنا کرنے لگے۔

جب 1857ء کی جنگِ آزادی کا آغاز ہوا، اس وقت علامہ فضل حق خیر آبادیؒ ''الور'' میں مقیم تھے۔ وہ فوراً دہلی تشریف لے آئے اور انقلابی سرگرمیوں میں عملی کردار ادا کرنے لگے۔ جنرل بخت خان اور علمائے کرام کے مشورے سے علامہ صاحبؒ نے جامع مسجد دہلی میں نمازِ جمعہ کے بعد علمائے کرام کے سامنے تقریر کی اور جہاد کا فتویٰ دیا۔ جس پر اس وقت کے 34 علمائے کرام نے دستخط کیے۔ اس فتویٰ جہاد کے بعد تحریک نے بہت ترقی کی۔ مجاہدین کی اعانت، اہلکاروں کا تقرر، مال گزاری کی تحصیل کا انتظام اور دیگر ریاستوں کو جنگِ آزادی میں شرکت کی دعوت کے لیے دہلی کے لال قلعے کے دار الانشاء (سیکرٹریٹ) سے علامہ صاحبؒ کے حکم سے بہت سے پروانے جاری ہوئے۔

اگرچہ دہلی پر انقلابیوں نے 11 ر مئی 1857ء کو قبضہ کر کے بہادر شاہ ظفر کو تخت پر بٹھا دیا تھا، لیکن بعد کی کارروائیوں میں کوئی خاص نظم و ضبط نہ تھا۔ علامہ فضلِ حقؒ نے بہادر شاہ کی بادشاہت کو دستوری اور آئینی حکومت میں تبدیل کرنے کے لیے ایک ''دستور العمل'' بنایا۔ اس دستور العمل کے نفاذ کے لیے 10 رکنی مجلسِ منتظمہ تشکیل دی گئی، جس کے ڈائریکٹر کی ذمہ داری علامہ صاحب کے پاس تھی۔

جنگِ آزادی کے دوران مشاورت اور حالات پر قابو پانے کے لیے بہادر شاہ ظفر نے جنرل بخت خان، مولوی سرفراز علیؒ اور مولانا فضل حق خیر آبادیؒ پر مشتمل سہ رکنی کنگ کونسل (Great Revolution of 1857) بنائی تھی۔ کئی بار معرکوں کے دوران مولاناؒ نے شاہی فوج کی کمان بھی کی۔

بہادر شاہ ظفر کے وزیر اعظم حکیم احسن اللہ خاں نے اپنے روزنامچے میں لکھا ہے:

> ''مولوی (فضلِ حق) صاحب جب بھی بادشاہ سے ملتے، وہ بادشاہ کو مشورہ دیتے کہ جنگ کے سلسلے میں رعایا کی ہمت افزائی کریں اور ان کے ساتھ باہر (محاذ پر) نکلیں اور دستوں کو جس حد تک ممکن ہو بہتر معاوضہ دیں۔''

علامہ صاحبؒ کی یہ سیاسی بصیرت یقیناً اُن کی اس تربیت کا خاصا تھی، جس کی آبیاری حضرت الامام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے فرمائی تھی۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتابوں سے بھی ان کو بہت شغف تھا۔ علامہ صاحبؒ کے ایک شاگرد شیخ محسن یمانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''جب کہ ہم ''الور'' شہر میں تھے۔ ان کے ہاتھ میں کتاب ''ازالۃ الخفاء'' کا نسخہ تھا۔ وہ بہت زیادہ توجہ کے ساتھ اس کتاب کو پڑھا کرتے تھے۔ اور بار بار اس کا مطالعہ کرتے تھے۔ جب اس کتاب کے درس سے فارغ ہوئے اور اس کے تمام پہلوؤں کا مطالعہ کرلیا، وہ بہت سی نئی باتوں سے واقف ہوئے۔''

صد افسوس کہ ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے'' کے مصداق تحریکاتِ آزادی کو غداروں نے بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ انگریزوں کے مخبر مولوی تراب علی نے یکم ستمبر 1857ء کو ''دہلی کی خفیہ خبروں'' کے عنوان سے جو خط انگریزوں کو بھیجا، اس میں دیگر انقلابیوں کے علاوہ مولانا فضل حقؒ کا نام بھی درج تھا۔ علامہ صاحبؒ اپنے اہل و عیال کے ساتھ گھر میں بند رہے۔ بہت کٹھن وقت گزارا۔ ملکہ برطانیہ کی عام معافی کے اعلان کے باوجود 30 ر جنوری 1859ء کو گرفتار کیا گیا اور لکھنؤ میں ان کے خلاف بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا۔ جنگِ آزادی میں عملی شرکت ثابت ہوگئی تو ان کو حراست میں لے کر سزا کے طور پر جزیرہ انڈیمان بھیج دیا گیا۔ جہاں ان کو دیگر ساتھیوں سمیت شدید اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۲ ر صفر المظفر ۱۲۷۸ھ/20 ر اگست 1861ء کو تقریباً 4 سال قید و بند کی مشکلات برداشت کر کے جزیرہ انڈیمان میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی عزم و ہمت کے ساتھ اکابرین کا اسوہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

www.rahimia.org

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار اور عصرِ حاضر

رپورٹ: سیّد افتخار علی گیلانی، ملتان

(مذکورہ بالا عنوان پر مدیرِ اعلیٰ حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں چار روز تک لیکچر دیے۔ اس کی رپورٹ حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے محترم سیّد افتخار علی گیلانی (وزیٹنگ لیکچرر بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان) نے مرتب کی، جسے روزنامہ نوائے وقت، ملتان ایڈیشن نے مؤرخہ 5/مئی 2017ء کو شائع کیا۔ معاصر روزنامہ کے شکریے کے ساتھ یہ رپورٹ قارئین رحیمیہ کے لیے پیش خدمت ہے۔ مدیر)

موسیٰ پاک شہید چیئر کے تحت شعبہ علومِ اسلامیہ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں ''امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار اور عصرِ حاضر'' کے عنوان سے 17/تا 20/اپریل 2017ء چار روزہ لیکچرز سیریز کا انعقاد ہوا۔ لیکچرز میں جامعہ کے اساتذہ اور طلبا سمیت باہر سے آئے ہوئے مہمانوں نے بھی شرکت کی۔ پہلے لیکچر کی تقریب کی صدارت چیئرمین شعبہ علومِ اسلامیہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب نے کی۔ نظامت شعبہ علومِ اسلامیہ کی استاد ڈاکٹر فریدہ یوسف نے کی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا، جس کی سعادت حافظ محمد وسیم عارف نے حاصل کی۔ اور نعتِ سیّد المرسلینؐ کی سعادت حافظ محمد رفیق نے حاصل کی۔ بعد ازاں موسیٰ پاک شہید چیئر کے ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر سعید الرحمٰن نے پروگرام کی اہمیت و ضرورت اور مہمانِ گرامی مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری (ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور) کا تعارف کروایا اور بتایا کہ مفتی عبدالخالق آزاد اس وقت پاکستان میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی فکر اور فلسفہ پر گہری بصیرت کے حوالے سے منفرد مقام رکھتے ہیں۔

اس کے بعد مہمانِ گرامی مفتی عبدالخالق آزاد نے اس توسیعی لیکچرز سیریز کا پہلا لیکچر ''شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کی فکر کے عمومی تعارف'' سے متعلق پیش کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ وہ مسلم مفکر ہیں، جنھوں نے برصغیر کے زوال پذیر سماج کا نہایت گہرائی سے مطالعہ کیا اور ایک ایسی فکر مرتب کی، جس میں اس زوال سے نکلنے کا سامانِ فکر موجود ہے۔ انھوں نے کہا کہ کسی بھی سماج کی ترقی کا دار و مدار اس سماج کی علمی، معاشی اور سیاسی ترقی پر منحصر ہوتا ہے۔ جو سماج علم، شعور پیدا کرنے کے بجائے بے شعوری پیدا کر رہا ہو، وہاں علمی انارکی اور انتشار پیدا ہوتا ہے۔ اس لیکچر کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

دوسرے لیکچر کا موضوع ''امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ اسرار الدین'' تھا۔ اس لیکچر میں تلاوتِ قرآن مجید کا شرف حافظ مسعود نے حاصل کیا، جب کہ نعتِ رسولِ مقبولؐ کی سعادت محمد وسیم عارف نے حاصل کی۔ پروگرام کی نظامت شعبہ علومِ اسلامیہ کے پروفسر ڈاکٹر جمیل ہتکانی نے کی، جب کہ صدارت کے فرائض پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحیم، صدر شعبہ عربی، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی نے نبھائے۔ اس لیکچر میں مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری نے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفہ اسرارِ دین کو بڑے مربوط انداز میں پیش کیا۔ انھوں نے کہا کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک حصولِ علم کے تین ذرائع ہیں: عقل، نقل اور کشف۔ انھوں نے کہا کہ ''عقل'' کے ذریعے کائناتی تجربات و مشاہدات اور غور و فکر کا عمل ہوتا ہے۔ ''نقل'' انبیاؑ، صحابہؓ، تابعینؒ کے اقوال کا نقل ہونا ہے۔ ''کشف'' انسانی قلوب پر القا ہونے والے خیالات کا نام ہے اور پھر اس کی اقسام میں سب سے اعلیٰ وحیِ الٰہی ہے۔ شاہ صاحبؒ سے پہلے کے مکاتبِ فکر یہ کا مسئلہ یہ رہا کہ مشائین (فلسفہ کے ماہرین) نے محض ''عقل'' کو پیش نظر رکھا اور نقل و کشف کا انکار کیا۔ محدثین (حدیث کے ماہرین) نے محض ''نقل'' کو پیش نظر رکھا اور عقل و کشف کا انکار کیا۔ متکلمین (علم کلام کے ماہرین) نے محض ''عقل و نقل'' کو پیش نظر رکھا اور کشف کو تسلیم نہیں کیا۔ اشراقیین نے محض ''عقل و کشف'' کو پیش نظر رکھا اور نقل کا انکار کیا۔ شاہ صاحبؒ کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے واضح کیا کہ علم کے ان تینوں ذرائع میں کوئی تضاد نہیں، بلکہ یہ سب ایک دوسرے کے ممد و معاون ہوتے ہیں۔

انھوں نے کہا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اعمال کی بھی تشریح کی ہے۔ ان کے مطابق ہر عمل کے پیچھے ایک ارادہ ہوتا ہے اور جو عمل بغیر ارادے کے کیا جائے، وہ مجنون کا عمل کہلاتا ہے۔ پھر یہ ارادہ کیا ہے؟ تو شاہ صاحبؒ کے مطابق ارادہ، خیالات کے مجموعے کا نام ہے۔ شاہ صاحبؒ کے مطابق ان خیالات کے سوتے جبلت سے پھوٹتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ کے مطابق جبلت نام ہے ملکیت و بہیمیت کے امتزاج کا۔ پھر ملکیت کی دو قسمیں ہیں: ملکیتِ سافلہ اور ملکیتِ عالیہ۔ اسی طرح بہیمیت کی بھی دو قسمیں ہیں: بہیمیتِ ضعیفہ اور بہیمیتِ شدیدہ۔ اب کچھ انسانوں پر محض بہیمیت غالب ہوتی ہے اور بعض میں محض ملکیت۔ اور اسی سے انسان کے اچھے اور بُرے اعمال کا صدور ہوتا ہے۔ درست اعمال کے لیے ملکیت اور بہیمیت دونوں میں تناسب و اعتدال ضروری ہے اور اس کی اعلیٰ مثال انبیائے کرام ہیں۔ خطبے کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

تیسرے لیکچر کا موضوع ''امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ معیشت'' تھا۔ اس پروگرام کی صدارت سابق چیئرمین شعبہ علومِ اسلامیہ پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا نے کی، جب کہ نظامت کے فرائض پروفیسر ڈاکٹر محمود سلطان کھوکھر نے سرانجام دیے۔ تلاوتِ کلامِ پاک کی سعادت محمد ارشد نے حاصل کی، جب کہ نعتِ رسولِ مقبولؐ کی سعادت عدنان بخاری نے حاصل کی۔ پروفیسر ڈاکٹر سعید الرحمٰن نے افتتاحی کلمات میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر کی امتیازی خصوصیات بیان کیں اور کہا کہ پہلی بات تو یہ کہ محض شاہ صاحبؒ کے فکر سے استفادے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کسی دوسری شخصیت کے فکر کی نفی کی جا رہی ہے۔ یقیناً یہ فکر ایک تاریخی تسلسل سے ہم تک پہنچی ہے۔ خود شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الفِ ثانیؒ میری فکر کی راہ ہموار کرنے والے تھے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ کی فکر کو اسی فکری تسلسل کے تناظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

دوسری بات یہ کہ شاہ صاحبؒ کی شخصیت وہ واحد شخصیت ہے، جس پر برصغیر کے تقریباً تمام قابل ذکر مکاتبِ فکر متفق ہیں۔ اور تمام مکاتبِ فکر اپنا علمی تعلق ان سے قائم کرتے ہیں۔ ان کی فکر آج کے دور میں تمام فرقوں کو باہم جوڑنے میں معاون ہو سکتی ہے۔ تیسری بات یہ کہ شاہ صاحبؒ اور بعض دیگر قابل ذکر مسلم مفکرین میں یہ فرق ہے کہ

www.rahimia.org

وہ غزالیؒ، ابن خلدونؒ کی طرح مسلمانوں کے دورِ عروج میں پیدا نہیں ہوئے، بلکہ دورِ زوال میں پیدا ہوئے۔ ظاہر ہے کہ دورِ زوال کے مسائل کی تنقیح وتشریح کا جو اُسلوب ہمیں شاہ صاحبؒ کے ہاں ملتا ہے، وہ دورِ عروج کے دیگر مفکرین کے ہاں نہیں ملتا۔ چوتھی بات یہ کہ شاہ صاحبؒ اس خطے کے قومی مفکر ہیں۔

اس کے بعد مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نظریۂ معیشت پر لیکچر دیا اور کہا کہ معاشیات اور اقتصادیات آج کے دور کا بڑا اہم اور سلگتا موضوع ہے۔ انھوں نے کہا کہ شاہ صاحبؒ کا معاشی فکر کسی دوسرے معاشی نظام اور مفکر سے متاثر نہیں ہے، بلکہ اس فکر کی بنیاد اسلام کے وہ اساسی تصورات ہیں، جو عدلِ اجتماعی کے اصول پر استوار ہیں۔ انھوں نے سرمایہ داریت اور اشتراکیت کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے واضح کیا کہ شاہ صاحبؒ کی معاشی فکر میں نہ سرمایہ کی آمریت کی کوئی جگہ ہے اور نہ ہی پارٹی آمریت کی کوئی گنجائش ہے، بلکہ شاہ صاحب ان دونوں نظاموں کے برعکس تعاونِ باہمی کا اصول پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوئی۔

چوتھے اور آخری لیکچر کا موضوع ''امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ ارتفاقات'' تھا۔ اس لیکچر کے آغاز میں تلاوتِ کلامِ پاک کا شرف حافظ محمد رمضان نے حاصل کیا، جب کہ نعتِ رسولِ مقبولؐ کی سعادت قاریہ نسرین اختر نے حاصل کی۔ نظامت کے فرائض پروفیسر ڈاکٹر ادریس لودھی نے سرانجام دیے، جب کہ صدارت قائم مقام وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد نے کی۔ پروفیسر ڈاکٹر سعید الرحمٰن کے تمہیدی کلمات کے بعد مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری نے لیکچر دیتے ہوئے ارتفاقات کا مفہوم بیان کیا کہ سماجی ارتقا کے سبب جو اجتماعی مسائل پیدا ہورہے ہیں، ان کے پیش نظر انسانوں کو زیادہ سے زیادہ آسانیاں بہم پہنچانا۔ پھر سماجی مسائل کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں: پہلی قسم ان مسائل کی ہے، جن کا تعلق عقلی مسائل سے ہوتا ہے تو اس قسم کو شاہ صاحبؒ ''ارتفاقاتِ عقلیہ'' کا نام دیتے ہیں، جب کہ دوسری قسم ان مسائل کی ہے، جن کا تعلق عملی مسائل سے ہوتا ہے۔ تو اس قسم کو شاہ صاحبؒ ''ارتفاقاتِ معاشیہ'' کا نام دیتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ شاہ صاحبؒ نے جس زمانے میں ارتفاقات کے تحت اپنے فلسفہ اجتماع ومعاہدۂ عمرانی کو پیش کیا، یہ ٹھیک وہ زمانہ ہے، جب مغرب میں روسو اپنا فلسفہ اجتماع مرتب کررہا تھا۔

مفتی عبدالخالق آزاد نے شاہ صاحبؒ کے قول ''فکّ کلّ نظام'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ظلم کا نظام قائم ہوتا ہے تو ایسے میں دو طرح کے طبقات پیدا ہوتے ہیں: ایک وہ لوگ کہ جو پچھلی صفوں میں کھڑے ہوکر اس اس ظالمانہ نظام پر کڑھتے رہتے ہیں۔ اور تشدد پر اُتر آتے ہیں۔ دوسرے وہ جو اس ظالمانہ نظام کی وجہ سے مایوس ہوکر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے تئیں یہ فیصلہ کر بیٹھتے ہیں کہ اب نظام کبھی تبدیل نہیں ہوسکتا۔ شاہ صاحبؒ کے مطابق ایسے میں ایک محدود طبقہ ان لوگوں کا بھی ہوتا ہے، جو اجتماعیت کی اساس پر سوچتے ہیں۔ اس طبقے پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنے علمی وفکری شعور کی اساس پر باطل طریقوں کا بوداپن واضح کریں اور حق کی شمع روشن رکھیں۔ مکالمہ، مجادلہ کو دلائل سے مرصع کرکے باطل کا اثر زائل کریں۔ (بقیہ: دوسرے کالم پر)

شاہ صاحبؒ کے مطابق اگر کبھی ایسی اجتماع ایک ریاستی نظام کی شکل میں تبدیل ہوجائے تو پھر باطل کے مفادات متاثر ہونے کی وجہ سے ٹکراؤ کی صورت بھی پیش آسکتی ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے واضح ہے۔ آخر میں انھوں نے موسیٰ پاک شہیدؒ چیئر کے مسئول ڈاکٹر سعید الرحمٰن کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے شاہ صاحبؒ کی فکر کے حوالے سے لیکچرز کا انعقاد کیا۔ آخر میں قائم مقام وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد چوہدری نے لیکچرز سیریز کے انعقاد پر موسیٰ پاک شہیدؒ چیئر اور شعبہ علومِ اسلامیہ کو مبارک باد پیش کی۔ اور فاضل مقرر مولانا مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری کا شکریہ ادا کیا۔

واضح رہے کہ موسیٰ پاک شہیدؒ چیئر کے تحت 2010ء سے شعبہ علومِ اسلامیہ میں تحقیقی کام ہورہا ہے۔ چیئر نے 2011ء میں ''تذکرہ موسیٰ پاک شہید گیلانیؒ'' کے عنوان سے ایک مستند کتاب بھی شائع کی۔ اس چیئر کا قیام اس وقت کے وزیرِاعظم سیّد یوسف رضا گیلانی کی ہدایت پر عمل میں لایا گیا تھا۔

(بشکریہ: روزنامہ نوائے وقت، ملتان ایڈیشن۔ مؤرخہ 5 مئی 2017ء۔ صفحات 13 و 7)

اعتکاف کے مسائل

- رمضان کے آخری دس دنوں میں ایسی مسجد میں جہاں پانچ وقت کی نماز باجماعت ہوتی ہو، اعتکاف بیٹھنا سنت ہے۔
- رمضان کی بیسویں تاریخ کے شام سورج غروب ہونے سے پہلے اعتکاف شروع ہوتا ہے۔ اور عیدالفطر کا چاند نظر آنے تک اعتکاف کی حالت میں رہنا ضروری ہے۔

  پیشاب، پاخانہ اور فرض غسل کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے۔
- اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا ہے جہاں نمازِ جمعۃ المبارک نہیں ہوتی، تو جمعۃ المبارک کی نماز کے لیے جامع مسجد میں جانا جائز ہے، اور اندازاً اتنی دیر پہلے مسجد سے نکلے کہ جامع مسجد پہنچ کر خطبہ سے پہلے تحیۃ المسجد اور چار سنتیں پڑھ سکے۔ اور نماز کے بعد سنت پڑھنے کے لیے ٹھہرنا بھی جائز ہے۔
- اذان کہنے کے لیے مسجد سے باہر اذان کی جگہ پر جانا جائز ہے۔
- نمازِ جنازہ کے لیے جانا بشرطیکہ اعتکاف کی نیت کرتے وقت یہ نیت کرلی تھی کہ ''جنازہ کے لیے جاؤں گا'' تو جائز ہے، اور اگر نیت نہیں کی تو جائز نہیں۔
- بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر یا بھول کر مسجد سے باہر چلے جانے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔
- اسی طرح کسی عذر اور ضرورت کے سبب مسجد سے باہر نکل کر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنے اور بیماری یا خوف کی وجہ سے مسجد سے باہر جانے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

www.rahimia.org

صدقۂ فطر اور عیدالفطر کے احکام و مسائل

صدقۂ فطر کے مسائل

1۔ صدقۂ فطر ہر عاقل، بالغ، آزاد مالکِ نصاب شخص اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرے، بشرطیکہ اس کی نابالغ اولاد کی ملکیت میں ان کے نام الگ سے مال نہ ہو۔ اگر ان کی ملکیت میں الگ مال بقدرِ نصاب ہے تو ان کے مال میں سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے گا۔

2۔ صدقۂ فطر کے نصاب کا مالک وہ شخص ہوگا، جس کے پاس ضرورت سے زائد تمام املاک و اشیا اس مقدار ہوں کہ ان کی قیمت ساڑھے سات تولہ سونا کے مساوی ہو۔

3۔ احادیث میں درج ذیل اشیا میں سے کوئی ایک درج ذیل مقدار کے مطابق بطورِ صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

(الف) صاعاً من شعیرٍ: یعنی جو (تقریباً 3500 گرام)

(ب) صاعاً من تمرٍ: یعنی کھجور (تقریباً 3500 گرام)

(ج) صاعاً من اقطٍ: یعنی پنیر (تقریباً 3500 گرام)

(د) صاعاً من زبیبٍ: یعنی کشمش (تقریباً 3500 گرام)

(ہ) نصف صاعٍ من بُرٍّ: یعنی گندم (تقریباً 1700 گرام)

موجودہ اوزان (ناپ تول) کے مطابق علمائے کرام نے نصف صاع کو تقریباً 1700 گرام کے برابر قرار دیا ہے اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین کلوگرام کے برابر ہے۔ اگر کوئی شخص جَو یا گندم وغیرہ، غلے کی شکل میں نہ دے سکے تو اپنے علاقے کے نرخ کے مطابق اسی قدر درج بالا اشیا کی قیمت ادا کردے۔

4۔ جو شخص نصاب کا مالک ہے، اس پر صدقۂ فطر واجب ہے، خواہ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

5۔ مستحب یہ ہے کہ صدقۂ فطر، عیدالفطر کے دن نمازِ عید سے پہلے ادا کیا جائے۔ اور رمضان المبارک میں بھی ادا کرنا درست ہے۔

6۔ زکوٰۃ کی طرح صدقۂ فطر کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ مال سال بھر تک اس کے پاس جمع رہے، بلکہ سال سے کم عرصہ میں بھی بقدرِ نصاب مال کا مالک بن جائے اور عیدالفطر کے دن بھی اس کا مالک ہو تو صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہوگا۔

7۔ عورت پر صرف اپنی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ نابالغ بچوں کی طرف سے ان کی والدہ پر صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ یہ ذمہ داری باپ کی ہے۔

8۔ صدقۂ فطر، عید کے دن صبح صادق کے وقت سے واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص صبح صادق سے پہلے فوت ہو جائے، اس کی طرف سے صدقۂ فطر واجب نہیں ہے۔ اور جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہوا، اس کی طرف سے بھی صدقۂ فطر واجب نہیں۔

9۔ اگر عیدالفطر کے دن صدقۂ فطر ادا نہیں کر سکا تو بعد میں ادائیگی اس کے ذمہ برقرار رہے گی، جب تک کہ وہ اُسے ادا نہ کرے۔

عیدالفطر کے مسائل

رمضان المبارک کے بعد یکم شوال کو شکرانے کے طور پر دو رکعت نمازِ عیدالفطر ادا کرنا واجب ہے، عیدالفطر کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ عیدالفطر کے دن درج ذیل کام مسنون ہیں:

(الف) غسل کرنا۔ (ب) مسواک کرنا۔

(ج) عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہننا۔ (د) خوشبو لگانا۔

(ہ) بالوں میں کنگھا وغیرہ کرنا۔

2۔ صبح سویرے اُٹھ کر عیدگاہ جلد پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ نمازِ عید کے لیے جانے سے پیش تر کوئی میٹھی چیز کھانا مسنون ہے۔

3۔ عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہیے۔

4۔ عید کی نماز پڑھنے کے لیے ایک راستے سے جائے اور نماز کے بعد دوسرے راستے سے واپس آئے۔ عیدگاہ میں اگر ممکن ہو تو پیدل چل کر جائے۔

5۔ راستے میں یہ تکبیریں آہستہ آہستہ پڑھے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ.

6۔ نمازِ عید کے لیے جماعت شرط ہے۔ لہٰذا اگر کسی وجہ سے کوئی نمازِ عید کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکا تو وہ تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔

7۔ عید کے دن نمازِ عید سے پہلے نمازِ اشراق یا دیگر نوافل پڑھنا مکروہ ہیں۔ عورتوں، مریضوں اور مسافروں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

عیدالفطر کی نماز پڑھنے کا طریقہ

8۔ عیدالفطر کی نماز میں دو رکعت ہوتی ہیں، جن میں چھ تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں۔

9۔ پہلی رکعت میں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ ... الخ پڑھنے کے بعد ہاتھ چھوڑ کر تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ اس کے بعد امام قرأت کرے گا اور رکوع اور سجود کرکے پہلی رکعت مکمل کرے گا۔ اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ہاتھ چھوڑ کر تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ نماز کا بقیہ حصہ حسبِ معمول مکمل کرے۔

10۔ نماز کے بعد امام سنت کے مطابق خطبہ پڑھے گا، یہ خطبہ سننا واجب ہے۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔